جنت اور دوزخ کے بارہ میں اسلامی تصور

از مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

جنت اور دوزخ کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ دونوں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ انسان کو اپنی دنیوی زندگی سنوانے، نیک اعمال کا احساس اور ان کے ادا کرنے کا جذبہ پیدا کرنے، بداعمال سے نفرت اور ان کے بُرے نتیجہ کا یقین پیدا کرنے کے لئے دونوں کا وجود نہایت ضروری ہے اور اسے نظر انداز کر دینا نیکی اور بدی کی اہمیت اور دنیا میں امن مٹا دینے کا مترادف ہے۔ یہ دونوں ہماری مابعد الموت زندگی میں ترقی کے میدان ہیں۔

وہ پوشیدہ صداقتیں اور حقائق جو یہاں کھل کر ظاہر نہیں ہوتے، وہ اس دنیا میں کھل کر سامنے آجائیں گے۔ جنت جہاں خوشی اور راحت ہوگی ہمارے اس دنیا کے نیک اعمال کا نیک بدلہ ہے اور دوزخ یوں سمجھو کہ دکھ اور عذاب کا ٹھکانہ ہے جہاں ہماری بے اعتدالیوں کا جو ہم نے یہاں کی ہیں ہسپتال ہے۔ علاج اگر ایک طرف دکھ ہے تو دوسری طرف صحت کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کا تصور جنت و جہنم بائیبل کے تخیل بہشت و دوزخ سے اصولاً اس امر میں مختلف ہے کہ مسیحی لوگ انہیں کفارہ مسیح پر ایمان لانے کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسلام نیک وبداعمال انسانی کی اسے جزا اور سزا قرار دیتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مسیح اور کسی شخص کا لوگوں کے گناہوں کے صدقہ میں پھانسی پالینا، گناہ کرنے والوں کے دلوں میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ گناہ کا فدیہ پہلے وصول ہو جانے کی وجہ سے گناہ میں زیادتی کا امکان پیدا کرتا ہے۔ دنیا کی تمام عدالتوں اور قوانین میں جُرم پہلے ہوتا ہے سزا بعد میں، لیکن یہاں سزا اور کفارہ پہلے ہے اور گناہ بعد میں۔ یہ خیال کہ جو کچھ میں کرتا ہوں مسیح نے

وہ پہلے ہی سے معاف کرادیا ہوا ہے، اب میرے گناہوں کی جو کم ہوں یا زیادہ، مجھ سے باز پُرس نہ ہوگی گناہ کی ذمہ داری کا بوجھ انسان کے ضمیر سے اُٹھ جاتا ہے۔ فرض کیجئے مابعد الموت زندگی میں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا اور سزا نہ ہوگی بلکہ کفارہ کے اصول پر عمل ہوگا۔ اس دنیا میں بھی اگر یہی اُصول استعمال کر لیا جائے کہ چوری، ڈکیتی، زنا، بغاوت اور مخلوق خدا پر ظلم و ستم کا بدلہ مجرم سے نہ لیا جائے بلکہ خدا باپ مخلوق پر رحم کر کے اپنا ایک اور بیٹا دنیا میں بنا کر بھیج دے یا نیا بیٹا بنانا مشکل ہو تو پُرانا بنا یا یہی دوبارہ دنیا میں بھجوا دے کہ دنیا میں جُرم کا بدلہ کسی نہ ملے بلکہ خدا کا برّہ ہر شخص کا گناہ اُٹھا لے اور کفارہ ہونا قبول کر لے۔ پولیس، جیل اور فوج سب بیکار ہو کر رہ جائیں گے تو دنیا میں گناہ زیادہ ہوگا یا کم ہوگا؟

دنیا کو ایک نئے کفارہ کی ضرورت

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آئندہ دنیا کے عذاب کے لئے تو کفارہ کافی ہو مگر اس دُنیا کے دکھوں کیلئے خدا باپ کا رحم جوش نہیں مارتا کہ وہ ایک عدد اور بیٹا دنیا کے گناہوں کے بدلہ میں کفارہ لے لے، حالانکہ نفسیات کے ماہر ہمیں بتاتے ہیں کہ نسل انسانی سب سے زیادہ دُکھی ہے (Human species is the greatest sufferer) اور فی الحقیقت نوعِ انسانی کے دکھوں کی انتہاء نہیں۔ ایسی ایسی خوفناک بیماریاں اور دوسری قسم کی آفات انسان کے لئے مخصوص ہیں کہ جن کا دوسرے حیوانات میں نام ونشان تک نہیں ملتا۔ مسیحیت یا پولوسیت کا کہنا یہ ہے کہ انسان شریعت پر چل کر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ جناب مسیح تک اللہ تعالیٰ نے شریعت کے نسخہ کو آزمایا مگر اسے بالکل شفا دینے والا نہ پایا۔ شریعت آتی گئی مگر لوگوں کی بیماری بڑھتی گئی۔

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

اس کے بعد، یعنی شروع سے ہزار ہا سال کے بعد، خداوند کو نسلِ انسانی پر رحم آیا۔ اس نے اپنا ایک بیٹا بنایا، اسے صلیب پر لٹکایا اور یُوں خدا باپ نے یا خداءِ محبت نے اپنے رحم کا نمونہ دکھایا۔ مگر اس سے پیشتر جو اس قدر مخلوق گذر چکی ان کے لئے خداوند خدا کو یہ نسخہ کیوں یاد نہ آیا؟ کیا دنیا بناتے وقت اور آدم کی مٹی گوندھتے وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مٹی کا مادھو شریعت پر چل نہ سکے گا اس کے لئے شریعت بھیجنا فضول ہے؟ خدا کا علم کبھی پُرانا نہیں ہوتا کہ اسے بدلنے کی ضرورت پیش آئے۔ خدا کے متعلق یہ خیال کہ ایک اس کا عہد پرانا ہے (Old Covenant) ہے جو فرسودہ اور بیکار ہو چکا ہے اور اسے نیا عہد (New Covenant) باندھنے کی ضرورت پیش آئے ایک غلط خیال ہے۔ کیا یہ کفارہ کا نسخہ ناکارہ ثابت نہیں ہو چکا کہ دنیا میں جرائم اور بدی کی زیادتی ہو رہی ہے اور دنیا میں نسل انسانی بے انتہا دکھوں میں مبتلا ہے اسے دیکھ کر خدا باپ کو رحم نہیں آرہا کہ اب وہ ایک نیا بیٹا بنا کر صلیب پر چڑھائے اور اس جاءِ پر عذاب سے دنیا کو بچائے۔ جب ہم خدا کو محبت محبت کہتے ہوئے نہیں تھکتے تو کیا وہ ساری کی ساری محبت اس نے مابعد الموت زندگی کے لئے اٹھار کھی ہے؟ شریعت جو انبیاء کی معرفت دنیا میں آتی رہی جس کا ایک شوشہ بھی منسوخ کرنے کی مسیح میں جرأت نہ ہوئی اس کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب اور دکھ سے انسان کو بچانا تھا۔ وہ لوگوں کو صرف اگلی دنیا میں ہی سکھ کا وعدہ نہ دیتی تھی بلکہ اس دنیا میں بھی لوگوں کو گناہ سے پاک بناتی تھی مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مسیح اور حواریان مسیح بلکہ تین سو سال بعد تک کے عیسائیوں پر بھی دنیوی عذاب آئے اور رومن بادشاہوں نے ان پر انتہائی مظالم روا رکھے۔ جب تک انہوں نے مسیح کی تعلیم کو چھوڑ نہیں دیا انہیں چین اور سکھ نہیں ملا اور اگر دُکھ گناہ کی مزدوری ہے جیسا کہ پولوس کہتا ہے تو دنیا میں ہر گناہ کا بدلہ

ہر عیسائی کو بھی ویسا ہی ملتا ہے جیسا غیر عیسائی کو، تو کفارہ کی صداقت کا ثبوت اس دنیا میں تو مل نہیں سکتا۔

اسلام کا عقیدہ ہے کہ ہر شخص جو گناہ کرتا ہے وہ خود ہی اس کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جان (John) سر پر پتھر مارے اور اور درد ہنری (Henry) کو ہو۔ یا پیٹ درد سمتھ (Smith) کو ہو اور دوا رچرڈ (Richard) کو پلائی جائے۔ گنہگار اور مجرم ہی ہر ایک قانون اور مذہب میں سزا کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بدلہ میں بے گناہ کو پھانسی دے دینا انتہائی ظلم ہے۔ اگر قاتل دبلی گردن والا ہو تو اس کے بدلہ میں چونکہ رسی کا پھندا بڑا ہے موٹی گردن والے کو پھانسی نہیں دی جاسکتی۔ کفارہ کے مسئلہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک بیوی نے اپنے خاوند کو کہا کہ میں یہ مانتی ہوں کہ قصور میرا ہے مگر معافی تمہیں مانگنی چاہئے اس لئے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ مذہب اور خدائی دین میں یہ چونچلے نہیں چلتے۔

جنت اور جنتی زندگی کے متعلق اسلامی عقیدہ

قرآن مجید فرماتا ہے بہشت اطمینان یافتہ اور ارواح کا مسکن ہو گا ان لوگوں کا جنہوں نے اچھے کام کئے اس کے نزدیک درست عقیدہ اور ایمان کی مثال ایک درخت اور باغ کی مثال ہے اور اعمال نیک نہروں کی مانند ہیں۔ کوئی باغ بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ایمان بھی عمل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسلام میں اس قسم کا کوئی ایمان نہیں جسے اندھا ایمان(blind faith) کہا جاسکے اور اس پر عمل نہ ہو سکے مگر کفارہ پر ایمان بغیر عمل کے ایک ایمان ہے۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے، کہ دوزخ ایک ماں ہے جو اپنے بچوں کی خیر خواہ ہے جیسا کہ فرمایا فامہ ھاویہ (101:9) ”گنہگار کی ماں دوزخ ہے“۔ کوئی ماں اپنے بچوں کی

دشمن نہیں ہوسکتی۔ اسکی گھُرکی اور سزا بھی بچہ کی اصلاح کیلئے ہوتی ہے۔ پس دوزخ ایک ہسپتال ہے جہاں چیخنا چلانا اور دانت پیسنا ضرور ہوگا۔ وہاں گرم اور سخت ٹھنڈا پانی بھی شاید اسی مثال کو سمجھانے کے لئے ہے۔ تلخ اور بدمزہ کھانے بھی انہیں دیئے جائیں گے تا اُن کی بیماریاں دور ہو جائیں اور انہیں شفا ہو جائے اور انہیں وہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا جب تک انہیں شفا نہ ہو جائے۔

جنت کے سات دروازے ہیں جو انسان کے سات اعلیٰ اخلاق ہیں جن کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور یہ سبق اسے اپنی پانچ وقت کی نماز میں دوہرانے اور یادرکھنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں سکھایا گیا ہے۔

1. خدا پر اور اس کی تمام اعلیٰ صفات پر ایمان (Faith in God)
2. انسان کے اندر ہر قسم کی ترقی کی استعدادوں پر یقین (Faith In Self)
3. اپنے مال اور علم و عقل اور زور سے دوسرے لوگوں کی مدد کرنا۔
4. ہر موقعہ اور محل کے لحاظ سے درست اعمال بجالانا۔
5. بلالحاظ رنگ و نسل قوم و ملت لوگوں میں انصاف کرنا۔
6. خداوند عالم کی فرمانبرداری عبادت اور دُعا۔
7. غصہ۔ نفرت محبت وغیرہ جذبات میں اعتدال پر رہنا۔

یہ جنت کے سات دروازے ہیں۔ کسی دروازہ پر، جیسا کہ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے، حواریوں کے یا کسی اور شخص کے نام نہ ہوں گے کہ گویا وہ انہی کی ملکیت اور خصوصیت ہیں۔ ان کے خلاف جہنم کے بھی سات دروازے ہیں جو سات بڑی برائیوں کے دروازے ہیں جن کے ارتکاب سے ایک شخص ان میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہ سات بُرائیاں۔

1. دہریت
2. بُت پرستی یا اپنے آپ کو ہیچ اور حقیر سمجھنا۔
3. بخل
4. بداندیشی
5. ظلم
6. تکبر
7. غصہ غضب اور محبت پر کنٹرول نہ رکھنا۔ (یہ جہنم کے سات دروازے ہیں)

اس میں شبہ نہیں کہ جنت میں دودھ، شہد اور پانی کی نہروں کا ذکر آتا ہے۔ مختلف پھلوں اور پاک پینے کی چیزوں کا ملنا بھی بتایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تصویری زبان میں روحانی کیفیات ہیں۔ اور اسے (Picturesque Speech) کہا جاتا ہے۔ ان کی اصل حقیقت وہاں جا کر ہی معلوم ہو گی۔ اسی طرح حور و قصور اور ازواج کا بھی ذکر ہے مگر اول تو وہ اسی دنیا کی نیک عورتیں ایک نئی پیدائش میں ہوں گی۔ یا یہ ایک پاکیزہ سوسائٹی کا نقشہ ہے جسے تمثیلی زبان (Figurative sign) کہا جاتا ہے وہاں عورت اور مرد کا تخیل اس دنیا جیسا نہیں کیونکہ وہاں اولاد یا نئے بال بچوں کی پیدائش مقصود نہیں۔

— از رسالہ 'روحِ اسلام'، لاہور، مارچ 1956، صفحہ 40 تا 45۔

(یہ ایک لمبے مضمون بعنوان 'سٹیٹسن یونیورسٹی فلوریڈا (امریکہ) سے آمدہ ایک خط اور اُس کا جواب' کا حصہ ہے۔ جیسا کہ مکمل مضمون کے شروع میں درج ہے، مولانا صاحب کو اس یونیورسٹی کی ایک طالبہ، جن کے آپ خالو تھے، ان سے خط موصول ہوا جس میں اسلام کے متعلق بعض سوالات کے جواب کی درخواست کی گئی تھی۔ یہ طالبہ محترم ملک الٰہی بخش صاحب، راولپنڈی، کی بیٹی جہان آرا تھیں جو ان دنوں امریکہ میں Ph.D. جغرافیہ کی ڈگری کر رہی تھیں۔)